Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 04, **Issue** 02, April - June 2025, **PP**: 145-157
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

لسانی، مذہبی اور نسلی جارحیت: ایک بین الاقوامی سماجی چیلنج اور اس کا تدارک سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

Ethnic, Linguistic and Religious Aggression: A Global Social Challenge and Its Remedy in the Light of the Prophetic Life

1. Ateeq Ur Rahman
ateequrrahman105@gmail.com
Ph.D. Scholar,
Hamdard University Karachi.

How to Cite:	Ateeq Ur Rahman. 2025: "Ethnic, Linguistic and Religious Aggression: A Global Social Challenge and Its Remedy in the Light of the Prophetic Life". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 4 (02): 145-157.		
Article History:	**Received**: 07-05-2025	**Accepted**: 27-06-2025	**Published**: 30-06-2025
Copyright:	**©The Authors**		
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.		
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest.		

Abstract & Indexing

DRJI, Advanced Sciences Index, Advanced Science Index, CiteFactor, Asian Research Index, SCI, Google Scholar, اردو جرائد اشاریہ, تحقیقات تحقیقاتی اشاریہ, ADL Asian Digital Library, EuroPub

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

لسانی، مذہبی اور نسلی جارحیت: ایک بین الاقوامی سماجی چیلنج اور اس کا تدارک سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

Ethnic, Linguistic and Religious Aggression: A Global Social Challenge and Its Remedy in the Light of the Prophetic Life

Ateeq Ur Rahman
Ph.D. Scholar, Hamdard University Karachi.
ateequrrahman105@gmail.com

Abstract

The contemporary Muslim world faces profound social challenges rooted in linguistic, religious and racial conflicts that threaten communal harmony and societal progress. Despite advancements in global human rights frameworks, these forms of aggression continue to sow division, intolerance and injustice within and beyond Muslim societies. This research critically examines the exemplary life of the Prophet Muhammad ﷺ as a comprehensive blueprint for addressing and resolving these enduring social maladies. Drawing upon seminal moments such as the Charter of Medina, the clemency displayed during the conquest of Mecca, and the Farewell Pilgrimage sermon, this study elucidates how the Prophet's ﷺ teachings and practices established foundational principles of respect for linguistic diversity, religious pluralism, and racial equality. By integrating authentic Ḥadīths and classical Sīrah literature, the paper argues that the prophetic model not only promotes ethical governance but also fosters sustainable social cohesion rooted in justice, mutual respect and human dignity. This research underscores the urgent need for the Ummah to realign its socio-political strategies with the moral and practical guidance derived from the Sīrah, thereby transforming contemporary conflicts into opportunities for unity and constructive coexistence. Ultimately, this study contributes to the broader discourse on social reform within Islam, offering a transformative framework to counteract sectarianism, ethnic discrimination and linguistic prejudice through the timeless wisdom of the Prophet Muhammad ﷺ.

Keywords: *Linguistic Aggression, Intolerance, Racial Discrimination, Sīrah, Social Harmony.*

تعارف

معاشرہ انسانی زندگی کا وہ منظم اور مربوط نظام ہے جو افراد کے باہمی روابط، افکار، اقدار، روایات اور سماجی اداروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا نظامِ باہمی ہے جہاں انسان نہ صرف اپنی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے بلکہ اپنی شخصیت اور کردار کو بھی تعمیر کرتا ہے۔ مشہور ماہرِ سماجیات ڈاکٹر خالد علوی کے مطابق "معاشرہ وہ آئینہ ہے جس میں انسان اپنی اصل پہچان کو دیکھتا اور تراشتا ہے اور جہاں اُس کی زندگی کے انفرادی اور اجتماعی پہلو ایک دوسرے میں پیوست ہو جاتے ہیں۔"[1] یہ بات واضح کرتی ہے کہ معاشرہ صرف افراد کا مجموعہ نہیں بلکہ اقدار، رویوں، اخلاقیات اور نظم و ضبط پر مبنی ایک جامع نظام ہے، جو ہر فرد کو اپنے اندر سمو لیتا ہے۔

مغربی مفکر ایمل ڈورکائم (Émile Durkheim) کا کہنا ہے کہ "سماج ایک زندہ ہستی کی مانند ہے، جس کے ہر عضو کا ایک کردار ہے اور جس کی صحت ان تمام اعضاء کے توازن پر منحصر ہے۔"[2] اسی طرح آگسٹ کومٹے (Auguste Comte) نے معاشرے کو انسانی ارتقاء کا مظہر قرار دیا، جہاں مذہب، فلسفہ اور سائنس کی سطحوں سے گزرتے ہوئے انسان اپنی فکری اور عملی زندگی کو بہتر بناتا ہے۔[3] ان نظریات سے ثابت ہوتا ہے کہ سماج جامد نہیں بلکہ متحرک، تغیر پذیر اور تربیت پذیر شے ہے جو معاشرتی مسائل کے حل کے

لیے ایک فکری بنیاد بھی فراہم کرتا ہے۔ یہی معاشرہ جب اخلاقی و روحانی زوال کا شکار ہو جائے، تو اس میں نسلی، لسانی اور مذہبی تعصبات جنم لیتے ہیں جو نہ صرف فرد کی ذہنی اور روحانی سلامتی کو متاثر کرتے ہیں بلکہ پورے اجتماعی نظم کو بگاڑ دیتے ہیں۔ ایسے میں ایک اعلیٰ اخلاقی نمونہ، کامل رہنمائی اور ہمہ گیر ضابطۂ حیات کی ضرورت ہوتی ہے جو صرف اور صرف سیرتِ رسول ﷺ کی صورت میں میسر ہے۔

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ ان تمام سماجی پیچیدگیوں کا فطری اور ہم آہنگ حل پیش کرتی ہے۔ ان کی دعوت، ان کا اسلوب، ان کی حکمتِ عملی اور ان کی قائم کردہ ریاست ہمیں یہ بتاتی ہے کہ ایک منتشر، متعصب اور پر تشدد معاشرے کو کس طرح اخوت، عدل، مساوات اور رواداری کی بنیادوں پر ایک مثالی سماج میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ سیرتِ طیبہ کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جاہلیت زدہ عرب معاشرے میں قوم، زبان اور مذہب کے نام پر پھیلائی گئی نفرت کو ختم کرنے کے لیے نہ صرف انفرادی تربیت کی بلکہ اجتماعی ادارے قائم کیے۔ جب ہم سیرت کے اس پہلو کا تجزیہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت اُبھر کر سامنے آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انسانی سماج کو تزکیہ، تعلیم اور تربیت کے ذریعہ عروج پر پہنچایا۔ آپ نے "میثاقِ مدینہ" جیسے معاہدے کے ذریعے مذہبی آزادی کی ضمانت دی، فتح مکہ کے موقع پر عفو و درگزر کی وہ مثال قائم کی جو تاریخِ انسانی میں بے نظیر ہے اور خطبہ حجۃ الوداع میں نسلی تفاوت کو جڑ سے ختم کر کے مساوات اور انسانیت کی بنیاد رکھی۔[4]

در حقیقت، آج کی دنیا جن سماجی چیلنجز سے دوچار ہے جیسے مذہبی انتہاپسندی، نسلی امتیاز اور لسانی تعصب ان کا دیرپا اور جامع حل صرف اسوۂ حسنہ میں پوشیدہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے نہ صرف ان مسائل کو حل کیا بلکہ ہمیں ایسا ہمہ گیر ضابطہ فراہم کیا جس کی روشنی میں ہم آج بھی اپنی اجتماعی زندگی کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ لہٰذا اس تحقیق کا مقصد سیرتِ نبوی ﷺ کے ان پہلوؤں کا علمی و تحقیقی جائزہ لینا ہے جن کے ذریعے ہم بین الاقوامی سطح پر درپیش لسانی، نسلی اور مذہبی جارحیت جیسے مسائل کا پائیدار حل تلاش کر سکتے ہیں۔ اس تناظر میں سیرتِ رسول ﷺ نہ صرف ایک روحانی مشعلِ راہ ہے بلکہ ایک عملی نظامِ زندگی بھی ہے جسے اپنا کر عالمِ اسلام ایک پر امن، باہمی روادار اور عدل پر مبنی معاشرہ تشکیل دے سکتا ہے۔

جارحیت: اقسام، مظاہر اور اثرات

دنیا بھر میں مختلف اقوام اور معاشروں کو جن داخلی اور خارجی چیلنجز کا سامنا ہے۔ ان میں جارحیت کی مختلف صورتیں خاص طور پر لسانی، مذہبی اور نسلی جارحیت قابلِ توجہ ہیں۔ یہ صرف مقامی سطح پر نہیں بلکہ عالمی امن، انسانی حقوق اور تہذیبی ہم آہنگی کے لیے خطرہ بن چکی ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

لسانی جارحیت (Linguistic Aggression)

لسانی جارحیت کو عربی میں جرح اللسان کہتے ہیں جس کے معنی علامہ زمخشری نے عیب لگانے کے بیان کیے ہیں۔[5] مولانا وحید الزمان قاسمی کیرانوی نے اس کے معنی گالی دینا، توہین کرنا یا عیب بیان کرنا کے لکھے ہیں۔[6] المنجد میں اس کے معنی عیب لگانا یا مرتبہ گھٹانا کے بیان کیے گئے ہیں۔[7] یعنی ان سب کے نزدیک اس کے معنی کسی دوسرے شخص کی توہین کرنے، گالی دینے، مرتبہ گھٹانے یا عیب لگانے کے ہیں۔

لسانی جارحیت کو انگریزی میں Violent Language یا Oral Aggression یا Speech Violence یا Hate Speech کہتے ہیں اور اس سے کیا مراد ہے؟ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

Hate speech is speech that attacks a person or a group on the basis of

attributes such as race, religion, ethnic origin, national origin, sex, disability, sexual orientation, or gender identity. The laws of some countries describe hate speech as speech, gestures, conduct, writing, or displays that incite violence or prejudicial actions against a group or individuals on the basis of their membership in the group, or disparages or intimidates a group, or individuals on the basis of their membership in the group.[8]

لسانی جارحیت سے مراد وہ گفتگو ہے جو ذات، مذہب، نسل، قومیت، جنس، معذوری، جنسی رجحان یا صنفی شناخت جیسی صفات کی بنیاد پر کسی فرد یا گروہ پر حملہ کرتی ہے۔ کچھ ممالک کے قوانین لسانی جارحیت کو تقریر، اشاروں، طرز عمل، تحریر یا عملی مظاہرے سے تعبیر کرتے ہیں جو کسی گروپ یا افراد کے خلاف اس گروہ میں ان کی رکنیت کی بنیاد پر پر تشدد یا متعصبانہ کاروائیوں پر اکساتے ہیں یا گروپ میں ان کی رکنیت کی بنیاد پر ان کو ڈراتے اور دھمکاتے ہیں یا تضحیک کا نشانہ بناتے ہیں۔

ایک انگریز مصنف جارحیت کی تعریف اور اس کی اقسام کی وضاحت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

Aggression is commonly defined as a behavior that is intended to harm another person who is motivated to avoid that harm. This harm can take many forms such as physical injury, hurt feelings, or damaged social relationships.[9]

جارحیت کو عام طور پر اس طرز عمل سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کا مقصد کسی دوسرے شخص کو نقصان پہنچانا ہوتا ہے جو اس نقصان سے بچنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ یہ نقصان جسمانی چوٹ، احساسات کو مجروح کرنے یا معاشرتی تعلقات کو نقصان پہنچانے جیسی متعدد شکلیں لے سکتا ہے۔

لسانی جارحیت کی عالمی سطح پر کوئی قبول شدہ تعریف نہیں ہے جو اس کی ماہیت کو واضح کرے تاہم لسانی جارحیت کو نفرت انگیز تقریر کے طور پر جانا جا سکتا ہے جس میں حملہ، اشتعال انگیزی یا غصہ شامل ہوتا ہے جو کسی دوسرے فرد یا افراد کے گروہ کو ذلیل و رسوا کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

لسانی جارحیت ایک ایسی سماجی برائی ہے جو کسی فرد یا گروہ کو محض ان کی زبان، لب و لہجے یا لسانی پس منظر کی بنیاد پر کمتر، غیر مہذب یا ناقابلِ قبول قرار دینے کے عمل سے جنم لیتی ہے۔ یہ جارحیت صرف الفاظ کے فرق تک محدود نہیں رہتی بلکہ یہ تعلیمی، سماجی، اور ریاستی ڈھانچوں میں موجود امتیازی سلوک کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ زبان محض ابلاغ کا ذریعہ نہیں، بلکہ شناخت، ثقافت اور نفسیاتی سلامتی کا جزوِ لازم ہے اور جب کسی قوم یا فرد کی زبان کو کمتر یا غیر معیاری سمجھا جائے تو وہ گویا اس کی پوری تہذیبی شخصیت کو چیلنج کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔ ڈاکٹر خالد علوی لسانی تعصبات کو شناخت کے بحران کا ایک اہم سبب گردانتے ہوئے لکھتے ہیں کہ زبان اگر ایک گروہ کی شناخت ہے تو اس کے خلاف جارحیت اُس گروہ کی اجتماعی شخصیت پر حملہ ہے، جس کے نتیجے میں احساسِ محرومی اور ردعمل میں شدت پسند رجحانات پیدا ہو سکتے ہیں۔[10]

معاصر دنیا میں لسانی جارحیت کے کئی مظاہر واضح طور پر سامنے آتے ہیں۔ مثلاً پاکستان میں اگرچہ اردو کو قومی زبان کا درجہ حاصل ہے، تاہم پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی اور سرائیکی جیسے کثیر اللسان معاشروں میں ان زبانوں کے بولنے والوں کو بعض اوقات تعلیمی اداروں، ریاستی اداروں اور میڈیا میں کم تر سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح کی صورت حال نہ صرف لسانی اقلیتوں میں احساسِ محرومی پیدا کرتی ہے بلکہ قومی یکجہتی کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق "زبان کی بنیاد پر ہونے والا امتیاز اکثر قوم پرستانہ تحریکوں، لسانی علیحدگی پسندی اور ریاستی عدم استحکام کا سبب بنتا ہے۔"[11]

لسانی جارحیت کے ان مظاہر کا سب سے گہرا اثر قومی ہم آہنگی پر پڑتا ہے۔ جب کوئی زبان "طاقتور" جبکہ باقی "غیر ترقی یافتہ" قرار پائیں، تو معاشرتی درجہ بندی وجود میں آتی ہے جو بتدریج عدم مساوات اور معاشرتی ٹکراؤ کو جنم دیتی ہے۔ اس کا نتیجہ صرف نفسیاتی احساسِ کمتری نہیں بلکہ علیحدگی پسند تحریکوں، ثقافتی علیحدگی اور بعض صورتوں میں مسلح جدوجہد کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اس کا سدِباب تب ہی ممکن ہے جب ریاستیں، تعلیمی ادارے اور میڈیا تمام زبانوں کے ساتھ مساوی سلوک روا رکھیں اور انہیں شناخت، ادب، تعلیم اور اظہار کے مساوی مواقع فراہم کریں۔

مذہبی جارحیت(Religious Aggression)

مذہبی جارحیت ایک ایسا طرزِ عمل ہے جس میں فرد یا گروہ اپنے مذہبی عقائد اور نظریات کو اس حد تک حق سمجھتا ہے کہ دوسروں کے نظریات، عقائد اور مذاہب کو نہ صرف باطل گردانتا ہے بلکہ ان کے خلاف نفرت، تعصب، تکفیر حتیٰ کہ تشدد جیسے رویے اختیار کرتا ہے۔ لغوی طور پر "مذہب" کا مطلب راستہ یا طریقہ ہے جبکہ "جارحیت" کا مطلب زخم دینا یا نقصان پہنچانا ہے۔ اس لحاظ سے مذہبی جارحیت کا مطلب ہے کہ کسی مخصوص مذہبی عقیدے کے نام پر دوسرے انسانوں کو جسمانی، ذہنی یا نظریاتی طور پر تکلیف یا نقصان پہنچانا۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمہ اللہ کے مطابق، مذہبی جارحیت اس سوچ کا نام ہے جس میں کوئی فرد اپنے مذہب کو مطلق سچ مان کر دوسروں کے عقائد کو مکمل طور پر جھوٹ قرار دے اور اس بنیاد پر نفرت و دشمنی اختیار کرے۔[12] اسی طرح مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب انسان مذہبی حقانیت کے احساس میں اس حد تک بڑھ جائے کہ وہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے وجود کو بھی برداشت نہ کرے، تو یہی مذہبی شدت پسندی اور جارحیت کہلاتی ہے، جو زمین پر فساد کا سبب بنتی ہے۔[13]

Samuel P. Huntington(سیموئل ہنٹنگٹن) اپنی کتاب The Clash of Civilizations میں مذہبی شدت پسندی کو عالمی سطح پر تہذیبی تصادم کا ایک بڑا سبب قرار دیتے ہیں:

> Religious militancy or extremism emerges when a group believes that its faith alone is the sole source of truth and regards others as morally inferior or evil, leading to aggressive confrontation. [14]

> مذہبی عسکریت پسندی یا انتہاپسندی اُس وقت جنم لیتی ہے جب کوئی گروہ یقین رکھتا ہے کہ صرف اُسی کا مذہب سچائی کا واحد ذریعہ اور وہ دوسروں کو اخلاقی اعتبار سے کمتر یا بُرا سمجھتا ہے، چنانچہ نتیجتاً جارحانہ تصادم پیدا ہوتا ہے۔

مذہبی جارحیت ایک ایسا خطرناک رجحان ہے جو فرد، گروہ یا مذہب کو ان کی مذہبی شناخت، عبادات یا عقائد کی بنیاد پر نشانہ بناتا ہے۔ اس جارحیت کی شکلیں متنوع ہو سکتی ہیں جیسے عبادت گاہوں پر حملے، مذہبی علامات کی توہین، توہینِ مذہب کے جھوٹے الزامات، جبری تبدیلیٔ مذہب اور اقلیتوں کو دوسرے درجے کا شہری تصور کرنا۔ یہ مظاہر نہ صرف انفرادی سطح پر ذہنی اذیت اور خوف کی فضا پیدا کرتے ہیں بلکہ اجتماعی طور پر معاشروں میں تقسیم، تشدد اور انتہاپسندی کو فروغ دیتے ہیں۔ ڈاکٹر خالد علوی مذہبی جارحیت کو "اجتماعی ضمیر کی اخلاقی شکست" قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> جب مذہب کا استعمال سیاسی یا نسلی مقاصد کے لیے کیا جائے، تو وہ اخلاقی ہدایت کا سرچشمہ بننے کے بجائے نفرت کا ہتھیار بن جاتا ہے، جو معاشرتی ہم آہنگی کے لیے تباہ کن ہے۔[15]

موجودہ دور میں مذہبی جارحیت کی مثالیں دنیا کے مختلف خطوں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ بھارت میں مسلمانوں، عیسائیوں اور دلتوں کے خلاف ہندو انتہاپسند گروہوں کی منظم کارروائیاں، جن میں مساجد اور گرجاگھروں پر حملے، گاؤ رکشکوں کے نام پر قتل اور جبری

تبدیلیٔ مذہب شامل ہیں، مذہبی عدم برداشت کی واضح علامت ہیں۔ میانمار میں روہنگیا مسلمانوں کی منظم نسل کشی، جسے اقوام متحدہ نے "ethnic cleansing" قرار دیا اور چین میں ایغور مسلمانوں کے خلاف مذہبی پابندیاں، جن میں قرآن پڑھنے، نماز ادا کرنے یا اسلامی لباس پہننے پر سزا دی جاتی ہے، مذہبی جارحیت کی جدید مثالیں ہیں۔[16] مغربی دنیا میں بھی اسلاموفوبیا کے بڑھتے ہوئے رجحانات، خصوصاً یورپ اور امریکہ میں، جہاں مسلمانوں کو مشتبہ، خطرناک یا غیر ملکی سمجھا جاتا ہے، یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مذہبی جارحیت صرف مشرقی دنیا کا مسئلہ نہیں بلکہ ایک عالمی چیلنج ہے۔

نسلی جارحیت (Ethnic Aggression)

نسلی جارحیت ایک ایسا اجتماعی رویہ ہے جس میں کوئی گروہ یا قوم اپنے نسلی یا لسانی امتیاز کو برتری کا معیار بنا لیتے ہیں اور دوسروں کو کم تر، ناقابلِ عزت یا دشمن تصور کرتے ہیں۔ یہ رویہ صرف ذہنی تعصب پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ کئی مرتبہ پر تشدد عمل، امتیازی قانون سازی یا سماجی محرومی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسلام نے نسلی برتری کو جاہلیت کا مظہر قرار دیا ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

ليس منامن دعاإلى عصبية،وليس منامن قاتل على عصبية،وليس منامن مات على عصبية۔[17]

وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی دعوت دے، وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر لڑے اور وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر مرے۔

اس حدیث سے واضح ہے کہ نسلی یا لسانی تفریق صرف اخلاقی خرابی نہیں بلکہ دینی و ایمانی گراوٹ بھی ہے۔ اسلامی مفکرین نے اس مسئلے پر گہری روشنی ڈالی ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے مطابق اسلام کی نظر میں تمام انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں، اس لیے نسل، قوم، زبان یا وطن کی بنیاد پر کسی قسم کی تفریق یا فوقیت کو جواز حاصل نہیں۔[18] اسی طرح مفکر اسلام علامہ اقبالؒ نے خطبہ الٰہ آباد میں کہا کہ اسلام ایک روحانی جمہوریت ہے جو قوم، وطن یا نسل کی بنیاد پر نہیں بلکہ کلمہ کی بنیاد پر بنتی ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ بھی اس نکتے کو واضح کرتے ہیں کہ اسلامی معاشرے میں برتری کا معیار تقویٰ ہے، نہ کہ حسب و نسب یا رنگ و نسل۔[19] امام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب "اقتضاء الصراط المستقیم" میں لکھا:

كل من اعتقد أن جنس بني آدم أفضل من جنس آخر فقد شابه أهل الجاهلية۔[20]

جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ ایک نسل دوسری نسل سے افضل ہے، وہ جاہلیت والوں سے مشابہت رکھتا ہے۔

مغربی مفکرین نے بھی نسلی تعصب کو ایک خطرناک سماجی مسئلہ قرار دیا ہے، لیکن ان کا زاویۂ نگاہ زیادہ تر معاشی و سیاسی عوامل پر مرکوز ہے۔ فرانز فینن (Frantz Fanon) اپنے مشہور کام Black Skin, White Masks میں لکھتے ہیں:

> Racism is not a natural tendency but a historically conditioned system of oppression, sustained by the economic and psychological benefits it brings to the dominant race.[21]

نسل پرستی کوئی فطری رجحان نہیں بلکہ ایک تاریخی طور پر تشکیل دیا گیا جابرانہ نظام ہے، جو اس بنا پر قائم ہے کہ غالب نسل کو اس سے معاشی فوائد اور نفسیاتی برتری حاصل ہوتی ہے۔

فینن کے مطابق، نسلی تعصب ایک منصوبہ بند معاشی و نفسیاتی استحصال ہے جو طاقتور نسل کے مفاد میں ہوتا ہے۔ اسی طرح سیموئل ہنٹنگٹن نے اپنی کتاب The Clash of Civilizations میں لکھا:

> Ethnic conflicts arise when ethnic groups see their identity as threatened by other groups; they are deeply rooted in history, myth, and collective memory.[22]

نسلی تنازعات اس وقت جنم لیتے ہیں جب ایک گروہ اپنی شناخت کو خطرے میں محسوس کرتا ہے اور یہ جذبات تاریخی تلخیوں اور اجتماعی یادداشت سے جڑے ہوتے ہیں۔

اسلامی اور مغربی مفکرین کی آراء کا تقابلی مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ دونوں فریق نسلی جارحیت کو معاشرتی تباہی کا سبب سمجھتے ہیں، مگر حل کے طریقوں میں فرق ہے۔ اسلامی فکر اس بیماری کا علاج روحانی و اخلاقی تطہیر میں دیکھتی ہے اور فرد کے اندر سے تعصب ختم کر کے اخوتِ انسانی کو فروغ دیتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ۔[23]

اے انسانو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں اس لیے تقسیم کیا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

اس آیت میں واضح طور پر نسل، قوم یا قبیلے کو شناخت کا ذریعہ کہا گیا، نہ کہ برتری کا۔ مغربی فکر اس مسئلے کو سیاسی ڈھانچے اور طاقت کے توازن سے جوڑتی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا کو نسلی نفرت سے بچانے کے لیے صرف قوانین نہیں، بلکہ اخلاقی و روحانی تربیت بھی لازم ہے جو اسلام میں موجود ہے۔

نسلی جارحیت (Racial Aggression) ایک ایسا رویہ ہے جو کسی فرد یا گروہ کو صرف اس کی نسل، رنگ، قومیت یا قبیلے کی بنیاد پر کمتر، حقیر یا ناقابلِ قبول سمجھتا ہے۔ یہ جارحیت کبھی خاموشی سے امتیازی پالیسیوں، معاشی استحصال یا سماجی نظر انداز کیے جانے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی کھلی دشمنی، تضحیک، نفرت یا نسل کشی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ ڈاکٹر خالد علوی اس مسئلے کو یوں بیان کرتے ہیں کہ نسلی تعصب دراصل انسانیت کے اس بنیادی اصول کی نفی ہے جو سب انسانوں کو عزت، برابری اور احترام کا حقدار مانتا ہے۔ یہ صرف ایک معاشرتی بیماری نہیں بلکہ اخلاقی تباہی ہے۔[24]

نسلی جارحیت کے مظاہر عالمی سطح پر ہر دور میں نمایاں رہے ہیں۔ امریکہ میں سیاہ فام افراد کے خلاف پولیس تشدد اور نظامی تعصب، جنوبی افریقہ میں "Apartheid" یعنی نسلی امتیازی نظام، اسرائیل میں فلسطینیوں کے ساتھ نسل پرستانہ سلوک، چین میں ہان نسل کے غلبے کے مقابل دیگر اقوام کے ساتھ امتیاز اور دنیا بھر میں مہاجرین اور تارکین وطن کے ساتھ ہونے والا متعصبانہ سلوک، سب اس جارحیت کے نمایاں مظاہر ہیں۔ محقق ایڈورڈ سعید (Edward Said) نے اپنی کتاب Orientalism میں مغربی استعمار کے ذریعے نسلی تعصب کے فروغ کو بے نقاب کیا، جہاں "غیر مغربی اقوام" کو کمتر، وحشی اور غیر مہذب ثابت کیا گیا۔[25] اسی طرح فرانز فینن (Frantz Fanon) نے اپنی تصنیف Black Skin, White Masks میں استعماری نسل پرستی کے نفسیاتی اثرات کا گہرا تجزیہ کیا۔[26]

لسانی، مذہبی، اور نسلی جارحیت کے اسباب

- تعلیم اور شعور کی کمی کے باعث لوگ دوسروں کے نظریات، عقائد، زبان یا نسل کو سمجھنے اور برداشت کرنے سے قاصر ہوتے ہیں جس سے تعصب اور جارحیت جنم لیتی ہے۔
- بعض افراد اپنے عقیدے، زبان یا نسل کو مکمل برتر سمجھتے ہیں اور دوسروں کو کمتر جان کر ان سے سخت اور نفرت انگیز رویہ اختیار کرتے ہیں جو تصادم کا باعث بنتا ہے۔
- غصے میں انسان کے صبر اور عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور وہ لفظی یا جسمانی جارحیت پر اُتر آتا ہے، جس کا ہدف اکثر مذہبی، لسانی یا

نسلی مخالف ہوتے ہیں۔

- جب کسی فرد میں عجب وخود پسندی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے تو وہ دوسروں کی بات، نسل یا عقیدے کو بے قدری سے رد کر کے سخت الفاظ یا رویہ اختیار کرتا ہے۔
- شدت پسند قیادت یا خطیب جب نفرت پر مبنی زبان استعمال کرتے ہیں تو ان کے پیروکار بھی دوسروں سے بدتمیزی اور تشدد پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔
- کچھ لوگ مذہب، نسل یا زبان کو اپنی سیاسی یا ذاتی مفاد کے لیے استعمال کرتے ہیں جس سے تقسیم، نفرت اور تنازعہ جنم لیتے ہیں۔
- نفس کی پیروی انسان کو اخلاقی پستی میں دھکیلتی ہے اور وہ دوسروں کو اپنی زبان یا رویے سے ایذاء پہنچا کر فخر محسوس کرتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضی کا سبب بنتا ہے۔
- محرومی، غربت یا سماجی دباؤ کی صورت میں لوگ اپنی شناخت (مذہب، نسل، زبان) کی بنیاد پر ردعمل ظاہر کرتے ہیں جو بسا اوقات شدید جارحیت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔
- جب کسی نسل یا گروہ کو مسلسل امتیازی سلوک کا سامنا ہو تو ان میں انتقامی جذبات پیدا ہوتے ہیں جو فساد و بدامنی کا سبب بنتے ہیں۔
- سوشل میڈیا و ڈیجیٹل پلیٹ فارمز پر نفرت انگیز بیانات، تصاویر یا ویڈیوز لوگوں میں مذہبی، لسانی یا نسلی تعصب کو فروغ دیتے ہیں۔
- سیرتِ نبوی ﷺ سے دوری اور اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت انسان کو نرم مزاجی، برداشت اور صبر جیسی اعلیٰ صفات سے محروم کر دیتی ہے، جس سے بدزبانی اور بدسلوکی عام ہو جاتی ہے۔
- گھریلو، معاشرتی یا تعلیمی تربیت کی کمی انسان کو یہ سکھاتی ہی نہیں کہ اختلاف کو کیسے برداشت کیا جائے یا دوسروں کے جذبات کا احترام کیسے کیا جائے۔
- کچھ لوگ فطری طور پر غصے، انتقام اور طاقت کے اظہار کے لیے لفظی یا جسمانی تشدد کو پسند کرتے ہیں، جس سے معاشرے میں خوف اور بدامنی پھیلتی ہے۔
- جب لوگ مختلف ثقافتوں، رسم و رواج یا زبانوں کو اپنی شناخت کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں تو وہ دوسروں کے خلاف اشتعال انگیزی اختیار کرتے ہیں۔
- معمولی اختلاف کو دشمنی میں بدل دینا اور فکری و مذہبی اختلاف کو کفر یا بغاوت تصور کرنا، بہت سی لسانی، مذہبی اور نسلی لڑائیوں کی بنیاد بن چکا ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں لسانی، مذہبی اور نسلی جارحیت کا تدارک

رسول اللہ ﷺ کی سیرت ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو ہر دور اور ہر قوم کے سماجی مسائل کا ایسا حل پیش کرتی ہے جو نہ صرف منصفانہ بلکہ پائیدار بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک ایسے معاشرے میں نبوت کا آغاز کیا جو جاہلیت، نسلی تفاخر، قبائلی دشمنی اور مذہبی تعصب میں جکڑا ہوا تھا۔ لیکن آپ ﷺ کی تعلیمات اور عملی مثالوں نے وہ بنیادیں فراہم کیں جن کی بدولت ایک بکھرا ہوا، متعصب اور ظالم معاشرہ ایک بااخلاق، مساوات پسند اور پر امن امت میں تبدیل ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ ہر دور کے انسان کے لیے مشعلِ راہ ہے، خاص طور پر جب دنیا نفرت، تعصب اور امتیاز کا شکار ہو جائے۔ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو عدل، مساوات، رواداری اور انسان دوستی کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ آپ ﷺ نے محض اقوال سے نہیں بلکہ کردار و عمل سے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جس

میں لسانی، مذہبی اور نسلی جارحیت کے تمام بت توڑ دیے گئے۔

لسانی تعصب، جو انسانوں کو محض ان کی زبان کی بنیاد پر کمتر یا برتر سمجھنے کا رجحان پیدا کرتا ہے، عرب معاشرے میں بھی رائج تھا۔ مگر نبی اکرم ﷺ نے ابتداء ہی سے زبانوں کے اختلاف کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اسے فطرتِ الٰہی کی ایک نشانی قرار دیا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ۔[27]

اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا فرق ہے۔

آپ ﷺ نے نہ صرف مختلف زبانوں کے صحابہ سے ان کی زبان میں بات کی بلکہ ان کی لسانی پہچان کو عزت بخشی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جن کی زبان اور نسل عرب سے مختلف تھی۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے انہیں اہلِ بیت میں شامل فرمایا۔ اسی طرح حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ جن کا لہجہ عربوں سے مختلف تھا، ان کو اذان جیسے شعائرِ اسلام کی سربراہی دی گئی۔ یہ صرف ایک دینی ذمہ داری نہ تھی بلکہ لسانی برابری اور اعزاز کی علامت تھی۔ صحابہ کرام جیسے حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ، جو رومی زبان کے پس منظر سے تھے، ان کو بھی نبی ﷺ نے برابر کے حقوق دیئے۔ یہاں تک کہ قرآن مجید میں بھی رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ مؤمنوں کے لیے اپنے بازو جھکائے رکھو۔[28] یہ "بازو جھکانا" محض عاجزی نہیں بلکہ معاشرتی برابری کی علامت تھی۔ آج اگر زبانوں کی بنیاد پر تمسخر، سیاسی محرومی یا تعلیمی تفریق ہو رہی ہے تو سیرتِ نبوی ﷺ ہمیں یاد دلاتی ہے کہ تمام زبانیں اللہ کی نشانی ہیں اور ان کے بولنے والوں کو عزت ملنی چاہیے نہ کہ تحقیر۔

اسی طرح مذہبی جارحیت، جس میں ایک فرد یا قوم اپنے عقیدے کی بنیاد پر دوسرے کو رد کر دیتی ہے، رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عام تھی۔ لیکن آپ ﷺ نے اسے نہ صرف مسترد کیا بلکہ مذہبی رواداری کو مدینہ کی ریاست کی بنیاد بنایا۔ "میثاقِ مدینہ" اس کی واضح مثال ہے، جس میں یہودی، مشرک اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں کو مذہبی آزادی، قانونی مساوات اور جان و مال کے تحفظ کی ضمانت دی گئی۔ اس معاہدے میں واضح طور پر درج تھا کہ "لليهود دينهم، وللمسلمين دينهم" کہ یہود کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین حاصل رہے گا۔[29]

وكتب رسول الله ﷺ كتاباً بين المهاجرين والأنصار، وادع فيه اليهود، وعاهدهم، وأقرهم على دينهم وأموالهم، وشرط لهم، واشترط عليهم[30]

رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان ایک معاہدہ تحریر فرمایا اور اس میں یہودیوں سے معاہدہ کیا، ان کے دین اور مال پر انہیں قائم رکھا، ان کے لیے شرائط مقرر کیں اور ان سے کچھ شرائط طے کیں۔

رسول اللہ ﷺ نے نجران کے عیسائی وفد کو نہ صرف مسجد نبوی میں ٹھہرایا بلکہ انہیں اپنے عقیدے کے مطابق عبادت کی اجازت دی۔ اسی جذبہ رواداری کا اظہار آپ ﷺ نے اس وقت بھی فرمایا جب ایک یہودی جنازہ گزرا اور آپ ﷺ احتراماً کھڑے ہو گئے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: أليست نفساً؟[31] ترجمہ: کیا وہ ایک انسان نہیں تھا؟ یہ جذبہ اُس وقت اپنی معراج کو پہنچا جب فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے ان دشمنوں کو معاف فرما دیا جنہوں نے آپ ﷺ کو مکہ سے نکالا، آپ ﷺ کے صحابہ کو قتل کیا اور طویل عرصے تک جنگیں کیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اذهبوا فأنتم الطلقاء[32] جاؤ، تم سب آزاد ہو۔ یہ وہ لمحہ تھا جب اسلام نے طاقت کے باوجود انتقام نہیں لیا بلکہ معافی، برداشت اور اخلاق کی تعلیم دی۔

نسلی تعصب، جو انسان کو اس کے رنگ، نسل یا قوم کی بنیاد پر برتر یا کمتر بناتا ہے، اسلام سے پہلے عرب معاشرے میں جاہلیت کی گہرائیوں میں موجود تھا۔ قریش کو غیر قریشیوں پر، عربوں کو غیر عربوں پر اور آزادوں کو غلاموں پر فخر تھا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس نظام کو جڑ سے اُکھاڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

يا أيها الناس، إن ربكم واحد وإن أباكم واحد… لا فضل لعربي على أعجمي، ولا لأعجمي على عربي، ولا لأحمر على أسود، ولا لأسود على أحمر إلا بالتقوى۔[33]

اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ (آدم) ایک ہے کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر، نہ گورے کو کالے پر، نہ کالے کو گورے پر، فضیلت صرف تقویٰ میں ہے۔

یہ خطبہ حجۃ الوداع کا مرکزی نکتہ تھا، جہاں انسانی مساوات کو قانونِ الٰہی کی حیثیت دی گئی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جیسے غلام کو جب رسول اللہ ﷺ نے سینہ تان کر امامت یا اذان کا شرف بخشا، تو یہ محض دینی اعزاز نہ تھا بلکہ دنیا کو یہ پیغام تھا کہ رنگ، نسل اور قوم انسانیت کی بنیاد نہیں، بلکہ تقویٰ ہے۔ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو "کالی عورت کے بیٹے" کہہ کر پکارا، تو رسول اللہ ﷺ نے فوری مداخلت فرمائی اور فرمایا: إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ کہ تم وہ شخص ہو جس میں ابھی تک جاہلیت باقی ہے۔[34] یہ تربیت کا وہ انداز تھا جس نے صحابہ کو نکھارا اور انسانیت کو نسلی تعصب سے نکالا۔ آج بھی اگر سیرتِ نبوی ﷺ کو بنیاد بنایا جائے تو نسل پرستی، لسانی تعصب اور مذہبی نفرت جیسے زہریلے تصورات کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی عدل، مساوات اور احترامِ انسانیت کی ترجمان تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

المسلم أخو المسلم، لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره۔[35]

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا، اور نہ اسے حقیر جانتا ہے۔

یہ تعلیم محض مسلمانوں تک محدود نہ تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

ألامن ظلم معاهداًأوانتقصه أوكلفه فوق طاقته، أوأخذمنه شيئاًبغيرطيب نفس، فأناحجيجه يوم القيامة ۔[36]

خبردار! جو کسی معاہد (غیر مسلم شہری) پر ظلم کرے، اس کا حق مارے، اس پر طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالے یا اس کی رضا کے بغیر اس سے کچھ لے، تو میں قیامت کے دن اس کا مخالف ہوں گا۔

یہ اعلان اس شخص کا تھا جس کے ہاتھ میں ریاستی طاقت بھی تھی اور روحانی قیادت بھی۔ یہی وہ سیرت ہے جو آج کے عالمی بحرانوں کا واحد اور مؤثر حل پیش کرتی ہے۔ سیرتِ طیبہ ہمیں ایک ایسا معاشرتی نظام عطاء کرتی ہے جو لسانی تفاخر، مذہبی تعصب اور نسلی برتری جیسے زہرناک رجحانات کا نہ صرف نظریاتی تردید کرتا ہے بلکہ عملی نمونہ بھی پیش کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں زبانوں کا تنوع اللہ کی نشانی، مذاہب کا اختلاف مکالمے کا میدان، اور نسل کا فرق محض پہچان کا ذریعہ ہے نہ کہ فضیلت کی بنیاد۔ آپ ﷺ نے میثاقِ مدینہ سے لے کر فتحِ مکہ تک اور خطبۂ حجۃ الوداع سے لے کر صحابہ کرام کے تربیتی واقعات تک، ہر موقع پر انسانیت، مساوات اور رواداری کو محور بنایا۔ نبی ﷺ نے نہ صرف اقلیتوں کو مذہبی آزادی دی، غلاموں کو عزت دی اور اجنبی اقوام کو سینے سے لگایا بلکہ ہر اس جاہلانہ تعصب کو جڑ سے اکھاڑ دیا جو آج کی دنیا میں جنگ و جدل، نفرت اور ظلم کا سبب ہے۔ یہ سیرت ایک ایسا ضابطۂ حیات ہے جو اقوامِ متحدہ کے منشور سے کئی صدیاں پہلے انسانیت کے لیے ایک عالمی اخلاقی و سماجی دستور پیش کر چکی تھی۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ امتِ مسلمہ اور عالمی برادری نبی ﷺ کی سیرت سے رہنمائی لے کر ایک ایسا معاشرہ تشکیل دے جو امن، مساوات اور عدل کا عملی نمونہ ہو۔

نتائج بحث

- سیرتِ نبوی ﷺ کی تعلیمات تمام انسانوں کے ساتھ مساوی سلوک، رواداری اور عدل پر مبنی ہیں، جو لسانی، مذہبی اور نسلی جارحیت کے خاتمے کی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔
- نبی کریم ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ہر قوم، نسل اور مذہب کے افراد کو عزت و احترام دیا، جو بین الاقوامی سماجی چیلنجز کے حل کے لیے عملی نمونہ ہے۔
- لسانی جارحیت کے خلاف اسلام کا مؤقف ہے کہ تمام زبانیں اللہ کی نشانی ہیں، لہٰذا کسی زبان یا قوم کو کمتر سمجھنا جہالت ہے۔
- مذہبی ہم آہنگی کے فروغ کے لیے نبی ﷺ نے مدینہ میں دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو مذہبی آزادی دی، جو عصر حاضر کے لیے قابلِ تقلید مثال ہے۔
- نسلی امتیاز کی نفی نبی ﷺ کی تعلیمات کا بنیادی اصول ہے، جس کی سب سے نمایاں مثال خطبۂ حجۃ الوداع ہے۔
- جدید دنیا میں مذہبی اور لسانی تعصبات کے نتیجے میں انتہاپسندی اور دہشت گردی جیسے مسائل نے جنم لیا، جن کا سدباب سیرتِ طیبہ سے ممکن ہے۔
- اقلیتوں کے ساتھ حسن سلوک، ان کے حقوق کا تحفظ اور برابری کا برتاؤ سیرتِ نبوی ﷺ کی روشن ہدایات میں شامل ہے۔
- سیرتِ نبوی ﷺ کو عالمی سطح پر فروغ دے کر بین المذاہب ہم آہنگی، معاشرتی امن اور احترامِ انسانیت کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔

حاصل بحث

سیرتِ نبوی ﷺ نہ صرف ماضی کے لیے بلکہ آج اور آئندہ نسلوں کے لیے بھی ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو سماجی، مذہبی، اور نسلی چیلنجز کے حل کے لیے جامع رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں زبان، مذہب اور نسل کی بنیاد پر امتیاز کو ختم کرنے کے لیے جو عملی نمونے اور اصول قائم کیے گئے، وہ نہایت مؤثر اور قابلِ تقلید ہیں۔ لسانی جارحیت کو روکنے کے لیے آپ ﷺ نے مختلف زبانوں کی توقیر و عزت سکھائی، مذہبی آزادی اور رواداری کے لیے میثاقِ مدینہ جیسا تاریخی معاہدہ قائم کیا اور نسلی تعصب کے خاتمے کے لیے مساوات اور تقویٰ کو معیار قرار دیا۔ آج کی دنیا میں جہاں سماجی انتشار، مذہبی تعصب اور نسل پرستی بڑھتی جا رہی ہے، نبوی تعلیمات ایک روشنی کی کرن ہیں جو بین الاقوامی امن، بھائی چارے اور انسانی حقوق کے فروغ کے لیے لازمی ہیں۔ یہ صرف ایک تاریخی نصاب نہیں بلکہ ایک عملی دستور ہے جسے عالمی، قومی اور معاشرتی سطح پر نافذ کر کے ہم ایک پرامن، مساوات پسند اور ہم آہنگ معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں۔ یہی وقت کا سب سے بڑا تقاضا ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی سیرت کو صرف الفاظ یا کتابوں میں محصور نہ رکھیں بلکہ اسے حقیقی زندگی، قانون سازی اور بین الاقوامی تعلقات کا حصہ بنائیں تاکہ عالم اسلام اور پوری انسانیت کو حقیقی فلاح و بہبود نصیب ہو۔

تجاویز و سفارشات

- تعلیمی اداروں میں سیرتِ نبوی ﷺ کی تعلیمات کو باقاعدہ طور پر نصاب کا حصہ بنایا جائے تاکہ نئی نسل لسانی، نسلی اور مذہبی ہم آہنگی، مساوات اور رواداری جیسے اقدار کو سمجھ سکے۔ اس سے نوجوان نسل میں فرقہ واریت اور تعصب کے رجحانات کی حوصلہ شکنی ہوگی۔ نیز سیرتِ نبوی ﷺ کو بین الاقوامی سطح پر جدید ذرائع، کانفرنسز، ترجموں اور میڈیا کے ذریعے پیش کیا جائے تاکہ دنیا بھر کے انسان اسلام کے عالمی پیغامِ امن سے روشناس ہوں۔

- مختلف مذاہب، مسالک، قومیتوں اور زبانوں کے درمیان مکالمے اور مشترکہ پروگراموں کا انعقاد کیا جائے تاکہ غلط فہمیاں دور ہوں اور احترام و افہام و تفہیم کی فضا قائم ہو۔ سیرتِ طیبہ ہمیں یہی سکھاتی ہے کہ دوسروں کو سنا جائے، ان کے حقوق تسلیم کیے جائیں اور پرامن بقائے باہمی کی فضا پیدا کی جائے۔
- الیکٹرانک، پرنٹ اور سوشل میڈیا پر سیرتِ نبوی ﷺ کے امن، مساوات، احترامِ انسانیت اور رواداری سے متعلق پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے۔ میڈیا عوامی رائے سازی کا اہم ذریعہ ہے، اس لیے سیرت کے مثبت پیغام کو عام کر کے لسانی و مذہبی تعصبات کا تدارک ممکن ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ائمہ مساجد، خطباء اور مدرسین کو چاہیے کہ وہ جمعہ کے خطبات، دروس اور تقاریر میں اتحادِ امت، بھائی چارے اور تعصب سے اجتناب جیسے موضوعات کو اجاگر کریں۔ سیرت النبی ﷺ سے رہنمائی لیتے ہوئے مذہبی قیادت عوام کے دلوں میں محبت، برداشت اور امن کے بیج بو سکتی ہے۔
- ریاستی سطح پر نسلی، لسانی اور مذہبی امتیاز کے خلاف سخت قانون سازی کی جائے اور ان قوانین پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے۔ حکومت کو چاہیے کہ اقلیتوں اور کمزور طبقات کے حقوق کے تحفظ کو اپنی پالیسیوں کا حصہ بنائے، جیسا کہ نبی ﷺ نے میثاقِ مدینہ میں تمام طبقات کے حقوق محفوظ کیے تھے۔
- سماجی تنظیمیں اور NGOs مختلف نسلی، لسانی اور مذہبی گروہوں کو ایک پلیٹ فارم پر لا کر باہمی تعاون، یکجہتی اور سماجی فلاح کی سرگرمیوں کا اہتمام کریں۔ یہ تنظیمیں سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں انسانی خدمت اور معاشرتی بہتری کے لیے اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔
- اسلام کی تعلیمات اور سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں اقلیتوں کے جان، مال، عزت اور عبادات کے تحفظ کو یقینی بنانا ضروری ہے۔ موجودہ عالمی حالات میں اقلیتوں کے خلاف تشدد اور تعصب کو روکنے کے لیے ریاستی و سماجی سطح پر مؤثر حکمتِ عملی بنائی جائے۔ نبی کریم ﷺ کا طرزِ عمل غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ عدل، حسن سلوک اور امانت داری پر مبنی تھا، جو ہمارے لیے رہنما ہے۔

حوالہ جات و حواشی

1 خالد علوی، ڈاکٹر، **اسلام اور سماجی علوم**، (لاہور: ادارہ معارف اسلامی، سن ندارد)، ص45۔

2 Durkheim, Émile, **The Division of Labour in Society**, Translated by George Simpson, (New York: Free Press, 1893), P. 52.

3 Comte, Auguste, **The Positive Philosophy of Auguste Comte**, Translated by Harriet Martineau, (London: Chapman, 1853), P. 32.

4 ابن ہشام، عبد الملک، **السیرۃ النبویۃ**، مترجم: محمد عبد الملک ندوی، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، سن ندارد)، 1/502۔

5 الزمخشری، ابو القاسم محمود بن عمرو، **أساس البلاغة**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1998ء)، ص123۔

6 وحید الزمان کیرانوی، مولانا، **قاموس الوحید**، (لاہور: ادارہ اسلامیات، سن ندارد)، ص246۔

7 لوئیس معلوف، **المنجد**، (لاہور: خزینہ علم و ادب الکریم مارکیٹ اردو بازار، سن ندارد)، ص107۔

8 https://en.wikipedia.org/wiki/Hate_speech, Accessed on 31-01-2019.

9 Allen, Johnie & Anderson, Craig, **Aggression and Violence: Definitions and Distinctions**, Retrieved from: https://www.researchgate.net/publication/323784533, Accessed on 30-05 2020.

10 خالد علوی، ڈاکٹر، **معاشرتی شناخت اور زبان کارشتہ**، (ماہنامہ فکر و نظر، نومبر 2018ء)۔

11 UNESCO, **Language Vitality and Endangerment**, 2003.

12 محمود احمد غازی، ڈاکٹر، **محاضراتِ دین وثقافت**، (اسلام آباد: ادارہ معارف اسلامی، 2005ء)، 2/114۔

13 مودودی، سید ابو الاعلیٰ، **تفہیمات**، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، سن ندارد)، 1/203۔

14 Samuel P. Huntington, **The Clash of Civilizations and the Remaking of World Order**, (New York: Simon & Schuster, 1996), P. 256.

15 خالد علوی، ڈاکٹر، **معاشرتی تنازعات اور مذہبی ہم آہنگی**، (لاہور: ادارہ علم و تحقیق، 2017ء)، ص78۔

16 United Nations Human Rights Council, Report on Myanmar, 2019.

17 ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، **السنن**، (ریاض: دارالسلام، 2014ء)، کتاب الأدب، باب فی العصبیة، **رقم الحدیث**:5121۔

18 مودودی، **تفہیمات**، 1/154۔

19 محمود احمد غازی، **محاضراتِ دین وثقافت**، 2/89۔

20 ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، **اقتضاء الصراط المستقیم**، (ریاض: دار عالم الفوائد، 1997ء)، 1/451۔

21 Frantz Fanon, **Black Skin, White Masks,** (London: Grove Press, 1952), P. 32.

22 Samuel P. Huntington, **The Clash of Civilizations and the Remaking of World Order**, P. 258.

23 سورۃ الحجرات 13:49۔

24 خالد علوی، **معاشرتی تنازعات اور مذہبی ہم آہنگی**، ص105۔

25 Edward Said, **Orientalism,** (New York: Pantheon Books, 1978), P. 202.

26 Frantz Fanon, **Black Skin, White Masks**, P. 32.

27 سورۃ الروم 22:30۔

28 سورۃ الحجر 15:88۔

29 ابن ہشام، **السیرۃ النبویة**، 1/221-229۔

30 **ایضاً**۔

31 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (ریاض: دارالسلام، 2015ء)، کتاب الجنائز، باب من قام لجنازۃ یهودی، **رقم الحدیث**:1312۔

32 ابن ہشام، **السیرۃ النبویة**، 4/32-36۔

33 احمد بن حنبل، امام، **المسند**، (لاہور: دارالسلام، 2010ء)، رقم الحدیث:22978، 5/411۔

34 مسلم، ابوالحسین ابن الحجاج، **صحیح مسلم**، (ریاض: دارالسلام، 2015ء)، کتاب الایمان، باب بیان خصال من اتصف بهن وجد حلاوة الإیمان، رقم الحدیث:166۔

35 **ایضاً**، رقم الحدیث:2564۔

36 **ابوداؤد**، **السنن**، کتاب الخراج والفیء والإمارة، باب في تعشیر أهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارات، **رقم الحدیث**:3052۔